Tarseel, Vol.16 (ISSN: 0975-6655)
A Peer Reviewed Research Journal of Urdu
Directorate of Distance education,
University of Kashmir

مابعد جدید ادبی تھیوری: تسامحات اور تناقضات کے درمیان

الطاف انجم

تلخیص

کائنات اور اس کے خارجی وداخلی مظہرات میں تغیر وتبدل کا عمل ایک جزو لاینفک کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ عمل انسانی زندگی کو نئے نئے تجربات ومشاہدات اور افکار وخیالات سے روشناس کرانے میں کلیدی رول ادا کرتا ہے۔ ۱۹۸۰ء کے بعد گلوبلائزیشن اور انٹرنیٹ کے شورشرابے نے اس عمل کو مزید تیز کردیا جس کے نتیجے میں تمام گذشتہ روایات وتصورات اور عقائد وتفکرات متزلزل ہوگئے اور ایک نئی ثقافتی صورت حال نے عالم انسانیت کو اپنے لپیٹ میں لے لیا۔ اس کو اصطلاحی مفہوم میں ''مابعد جدید صورت حال'' سے موسوم کیا گیا۔ مابعد جدیدیت نے نہ صرف عصر حاضر کے سیاسی، تہذیبی اور علمی ولسانی میلانات کو ایک نیا رخ عطا کیا بلکہ ادبی منظرنامہ اور اس کے متعلقات کو بھی مناسب طور پر متاثر کیا۔ روایتی ادبی نظریات کو ازسرِنو دیکھنے اور پرکھنے کا چلن عام ہوا اور بیشتر مطلق العنان تصورات پر سوالہ نشان قائم کیا گیا۔ اس تحقیقی مقالے میں مابعد جدید ادبی تھیوری کی کثیر الجہتی پر سے بالتفصیل مکالمہ قائم کیا گیا ہے اور بعض معاصر حلقوں کی طرف سے اس کے تئیں برتے جانے والے تناقضاتی رویے کی اصل حقیقت پر سے پردہ اٹھانے کی استدلالی کوشش کی گئی ہے۔

کلیدی الفاظ:

بین العلومیت، ثقافتی صورت حال، اطلاعاتی تکنالوجی، مابعد الطبیعات، تھیوری، جنس پرستی، مذہبی جنون

اکیسویں صدی کی دہلیز پر قدم رکھنے کے بعد جو موضوعات اربابِ علم و دانش کے لیے دلچسپ اور فکر انگیز ہیں ان میں جذباتی یا مذہبی جنون سے لے کر خوف، تشدد، طاقت، جنگی سیاست، ہم جنسی پرستی (Transvestite)، اشیاء پرستی (Fetishism) یا Cyber-feminism وغیرہ مختلف انداز سے موضوع بنے ہوئے ہیں۔ اس طرح زبان و ادب میں نئے اسالیب اور موضوعات کے حوالے سے تبدیلی در آنا ایک لازمی امر ہے اور ساتھ ہی ساتھ ادب شناسی کی مختلف جہتیں بھی سامنے آ چکی ہیں۔ بیسویں صدی کی آخری دہائیوں میں ادبی تھیوری نے اردو میں ادب فہمی اور ادب شناسی کی مروجہ شعریات پر محسوس و نامحسوس طریقے پر اثرات مرتب کیے۔ اب اردو میں تھیوری اعتراف و انحراف کے پر و پیچ فاصلے طے کر کے آج ہمارے سامنے نئے آب و تاب کے ساتھ موجود ہے۔ تغیر و تبدل کی موجوں سے کشا کش آج کی ثقافتی زندگی میں تھیوری کی اہمیت و افادیت اربابِ علم و فکر کی نظر میں مسلم ہے۔ اس کی اہم اور بنیادی وجہ یہ ہے کہ ادبی تھیوری اپنی سرشت میں بین العلومی کلامیہ ہے جسے روایتی تنقید کے پیمانوں کے مطابق ناپا نہیں جا سکتا ہے۔ یوں مابعد جدید ادبی تھیوری اُردو کی روایتی تنقید کا نعم البدل تو نہیں ہے لیکن وہ اس کی روایت سے یکسر اجنبی بھی نہیں ہے۔ ہم سب بخوبی جانتے ہیں کہ اطلاعاتی تکنالوجی کے طفیل ۱۹۸۰ء کے بعد کی زندگی جس طرح نئی ثقافتی صورتِ حال سے متاثر ہوئی، پہلے کبھی نہیں ہوئی۔ واقع یہ ہے کہ عصرِ حاضر کے پُر پیچ سیاسی، سماجی، عمرانیاتی اور تہذیبی میلانات نے ثقافتی، لسانی اور علمی میدانوں کے ساتھ ساتھ ادب اور اس کے متعلقات کو بھی مناسب طور پر متاثر کرنا شروع کیا۔ تھیوری اپنی سرشت میں اشیا کے بارے میں سنجیدہ غور و فکر اور دانشورانہ استدلال کی ایک صورت ہے۔ نذیر احمد ملک کی رائے اس ضمن میں قابلِ قدر ہے:

> ''ادب ہی کا کیا مذکور، زندگی کے جملہ مظاہر میں تھیوری کی اہمیت تسلیم کی جانے لگی ہے۔ انسان اور انسانی زندگی سے متعلق یا وابستہ موضوعات و مسائل کے بارے میں سنجیدگی سے غور و فکر کرنے اور ان کے بارے میں رائے قائم کرنے سے ہی تھیوری کا آغاز ہوتا ہے۔ لہٰذا زندگی اور تھیوری ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ تھیوری سے ہی قلم و ادراک کے دریچے وا ہو جاتے ہیں اور یوں زندگی کی معنویت کا عمل مرتب ہوتا ہے'' ۔[۱]

یوں تو اس نئے ادبی اور تنقیدی ڈسکورس کو اپنی جدت اور کچھ اس کی بین العلومی حیثیت کو وجہ سے اردو کے اکثر ادبا اور ناقدین نے بہ نظرِ التفات نہیں دیکھا لیکن اس کے باوجود بھی ہمیں یہ کہتے ہوئے خوشی ہو رہی ہے کہ اپنے یہاں اُردو میں تھیوری اور اس کے انسلاکات پر سنجیدہ گفتگو کرنے والے اگر نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں۔ تھیوری کا کلامیہ مغرب میں مابعد جدید دور کی پیداوار ہے جہاں مختلف معاشرتی عوامل و عناصر نے اس کی تعمیر و تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔ معروف مارکسی دانشور ٹیری ایگلٹن نے تھیوری کے ابتدائی زمانے میں اس کی بابت لکھا تھا کہ:

> "If all human existence is in some sense theoretical, then theory is an activity which goes in all the time". [۲]

فی الوقت مابعد جدید ادبی تھیوری کے رد و قبول کے حوالے سے سوالات اور شکوک و شبہات کا ایک لامتناہی سلسلہ چل پڑا ہے۔ معترضین کا مجموعی طور پر یہ کہنا ہے کہ تھیوری ادب اور زندگی کی حقیقتوں سے بہت دور ہے کیونکہ ۱۹۸۰ء اور اس کے بعد کے چند سالوں تک ادب کو کسی نہ کسی 'ازم'

یا نظریے کی عینک سے دیکھنا انقلابی رویہ رہا ہے۔ مگر اب ان کا فکری کھوکھلا پن واضح ہو چکا ہے۔ یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ ایسی سوچ رکھنے والے لوگ تھیوری کے مستقبل سے مایوسی کا ہی اظہار کریں گے۔ اس کے برخلاف روایت اور تجدید دونوں سے بیک وقت رشتہ استوار رکھنے والوں کو یقین ہے کہ تھیوری آرٹ اور ادب کے تنقیدی مطالعہ پر آئندہ بھی اثر انداز ہوتی رہے گی چاہے کتنے ہی بدلے ہوئے پیرائے میں کیوں نہ ہو۔ یہاں پر یہ واضح کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تھیوری بدلتے ہوئے وقت کے فکری، ذہنی، جذباتی اور ثقافتی سطح پر ہونے والے تغیر و تبدل پر احسن طریقے سے اثر انداز ہوتی ہے۔ اس حوالے سے آج ادبی مباحث کے سلسلے میں لفظ 'تھیوری' کو محدود روایتی معنوں میں لینا ایک بڑی غلطی ہوگی۔ تھیوری اب ان اصولوں کا نام نہیں جو ادب کا مزاج متعین کرتے ہیں یا اس کے تنقیدی مطالعہ کے طریقہ کار کی نشاندہی کرتے ہیں۔ گوکہ زیر بحث تھیوری ان باتوں سے یکسر بے نیاز نہیں بلکہ یہ اس کے دائرہ کار میں شامل ہیں مگر اب اس کا دامن اتنا وسیع ہو چکا ہے کہ اس میں بیشتر ترقی پذیر انسانی علوم سمٹ آئے ہیں اور ان سے حاصل ہونے والی نئی بصیرتیں تھیوری کا حصہ بن گئی ہیں۔ تھیوری دور حاضر کے ان تمام فکری اور تحریری ذخیرے کا نام ہے جس کے حدودِ اربع طے کر پانا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ ایسا اس لیے ہے کہ دورِ حاضر میں انسانی علوم جس تیزی سے روبہ فروغ ہو رہے ہیں اس کے پیش نظر آنے والے وقتوں میں تھیوری میں کیا اضافے یا تبدیلیاں ہوں گی، اس سلسلے میں کچھ بھی حتمی اور قطعی (Fixed and Final) طور پر کہہ پانا مشکل ہے۔ آج تھیوری ادب ہی نہیں بلکہ یہ ہمہ اقسام کے لسانی اظہار کے مختلف النوع Discourse کا ہے جو ادب کی تفہیم کے مسائل سے منسلک ہو چکی ہے۔ آرٹ، فلسفہ، تاریخ، نفسیات، سائنس، عمرانیات، سماجیات اور لسانیات وغیرہ۔۔۔ یہ وہ علوم ہیں جو عام طور پر اپنے دائرے میں ابھرنے والے سوالات سے نبرد آزما رہتے ہیں مگر اپنے دائرے سے باہر ان سے جڑی بصیرتیں اب تھیوری کا حصہ بن کر مختلف النوع Discourse کے لیے مطالعے کی نئی راہیں فراہم کر رہی ہیں۔ ان کی روشنی میں ہمارے لیے انسانی ذہن کی پیچیدگیوں، انسانی زبان، انسان تمدن یا انسانی رشتوں پر نئے سرے سے غور وخوض کرنا ممکن ہو چکا ہے دوسرے الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تھیوری ہر میدان میں ازسرِ نو غور و فکر کرنے کی دعوت دیتی ہے۔ اگر یہ بھی کہا جائے کہ تھیوری کا موثر ترین رول فہم عامہ پر سوالیہ نشان لگانا ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ سوالیہ نشان لگانے سے یہاں پر مراد زندگی اور متعلقاتِ زندگی کے تفکیری نظام پر ازسرِ نو غور و فکر کرنا ہے۔ مابعد جدید صورتِ حال نے اس دور کے مفکرین کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ کسی بھی فکری نظام کو قطعی اور حتمی نہ مان کر نئے زمانے کی نئی صبح و شام کے پیدا کردہ تقاضوں سے ہم آہنگ ہوں۔ تھیوری کے سلسلے میں جوناتھ کُلر کے درج ذیل الفاظ پیش کرنا لازمی سمجھتا ہوں، وہ لکھتے ہیں:

> "The main effect of the theory is the disputing of common sense about, meaning, writing, literature, experience - theory is often pugnacious critique of 'common sense' an attempt to show that - what - we take for granted as 'common sense' is infact a historical construction, a particular theory that has come to seem so natural to us. As a critique of common

sense and exploration of alternative conceptions, theory involves a questioning of the most basic dramises or assumptions of literary study, the unsetting of anything that might have been taken for granted! What is meaning? What is author? What is to read? What is the I or the subject? Who writes, reads or acts/ how do texts relate to the circumstance in which they are produced?". ۳؎

یہاں آ کر یہ امر وضاحت طلب ہے کہ تھیوری کے جتنے بھی بنیاد گزار ہیں مثلاً فوکو، لاکاں، دریدا وغیرہ ان میں سے کسی کا بھی تعلق براہِ راست ادب سے نہیں ہے لیکن ان کے لسانی، سماجی اور ثقافتی تصورات نے عالمی سطح پر ادب فہمی اور ادب شناسی کے عمل کو متاثر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج صرف اردو ہی نہیں دنیا کی تمام بڑی زبانوں میں تھیوری کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔ اردو کے معتبر نقاد گوپی چند نارنگ بدلتے ہوئے قومی اور عالمی تناظر میں تھیوری کی ناگزیریت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''حقیقت یہ ہے کہ ہیگل اور نطشے سے مارکس، فرائڈ اور ہیوسرل تک اور پھر لاکاں، آلتھوسے، دریدا اور ان کے معاصرین تک فکرِ انسانی اتنے موڑ لے چکی ہے اور موضوع انسانی یا تصورِ ذات کے بارے میں ایسے ایسے سوالات اٹھ کھڑے ہوئے ہیں کہ ان سے صرفِ نظر کرنا کسی طرح ممکن ہی نہیں ہے۔ ان سوالات کے چیلنجوں کو قبول کرنا اور ان پر غور کرنا تھیوری ہی ہے اور چونکہ ادب، انسان اور انسانی زندگی کے مسائل سے جڑا ہوا ہے لامحالہ وہ تھیوری کے قلب میں آ جاتا ہے''۔ ۴؎

تھیوری اُن تمام خیالات و افکار یا عقائد و نظریات پر از سرِ نو غور و خوض کرنے پر اصرار کرتی ہے جو مقبولِ عام رہے ہوں۔ اور یوں ان زمروں (Catagories) کی تشکیلِ نو کی صورت پیدا کرتی ہے۔ جن کا استعمال ہم اب تک ادبی یا دوسرے مطالعوں کے سلسلے میں کرتے آ رہے تھے۔ تھیوری یہ بھی واضح کرتی ہے کہ وہ بیشتر باتیں جنھیں ہم قطعی یا فطری سمجھتے ہیں دراصل تاریخ و تمدن کی پیداوار ہیں۔ اس بات کی وضاحت کے لیے اک بار پھر جوناتھن کُلر کی طرف رجوع کر رہا ہوں، وہ لکھتے ہیں:

"Apparently natural social arrangements and institutions and also the habits of thought of a society are the product of under lying economic relations and on going power struggles, or that the phenomenon of conscious life may be produced by unconscious forces, or that we call the self or subject is produced in and through the systems of language

and culture, or that what we call presence, origin or the original is created by copies, an effect of repetitions". [۵]

زندگی اور سماج کے بنیادی مسائل اور مصائب کو انگیز کرنا دراصل تھیوری کے دائرہ کار میں شامل ہے لیکن تھیوری کے حوالے سے بعض لوگوں نے کچھ متضاد خیالات کا بھی اظہار کیا ہے جن میں اس کے ایک بنیاد گزار ٹیری ایگلٹن سب سے پیش پیش ہیں۔ موخرالذکر نے Literary Theory - An Introduction میں تھیوری کی تشہیر و تبلیغ میں اہم رول انجام دیا ہے لیکن After Theory نام سے ایک اور کتاب پیش کر کے اس کے بے اثر ہونے کی بات کی ہے اور اس کو دانشگاہوں تک ہی محدود کر دیا۔ اس ضمن میں عرض ہے کہ ایگلٹن ایک مخصوص فکری نظام کے قائل ہیں جس کی وجہ سے انہوں نے تھیوری کو محدود کرنے کی کوشش کی تھی۔ ایک بات یہاں پر انسانی فکر کو برانگیختہ کرتی ہے کہ اگر تھیوری کا دائرہ محدود ہے تو اس کی وسعت کے دعوے ایک عرصے تک سچ کیوں بنے رہے۔ حق تو یہ ہے کہ تھیوری خود ''پورے سچ'' کے کہیں بھی موجود نہ ہونے کی بات پر زور دیتی ہے۔ دراصل مابعد جدید تھیوری کا ماخذ بیسویں صدی کی درمیانی دہائی میں یورپ میں تشکیل ہوئی وہ فلسفیانہ اور علمی فضا ہے جس کے اثرات دانش گاہوں میں زیرِ تعلیم طالبِ علموں تک ۱۹۷۰ء کے آس پاس پہنچنا شروع ہوئے تھے۔ اسے دنیائے افکار کے لیے ایک انقلابی وقفے سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ ایک طرف تو ان خطوں میں سول اور انسانی حقوق کے لیے کی جانے والی جدوجہد اپنے عروج کو پہنچ رہی تھی تو دوسرے طرف ویت نام جنگ اور ایشیاء اور افریقہ میں سامراجی قوتوں کے ایسے ہی دوسرے غیر مجاز قبضوں کے خلاف مہم زوروں پر تھی۔ نئی نسل کا موڈ ہر قسم کی روائتی سوچ کو رد کر دینے کا تھا۔ نسل، طبقہ، جنس، حب الوطنی، جنگ، اتحاد، ترقی، صداقت ان سبھی کے متعلق نوجوانوں کی سوچ کا زاویہ تیزی سے بدل رہا تھا۔ یعنی کہ معاصر نسل کے لیے نئے نظریات و تصورات اور نئے طریقہ کار کو لبیک کہنے کا وقت آ گیا تھا۔ تھیوری بدلے ہوئے وقت کی اس شدید ذہنی ضرورت کا جواب بن گئی کہ اس نے کسی ہمیشہ باقی رہنے والے ''پورے سچ'' کے وجود سے انکار کرتے ہوئے پرانے اور از کار رفتہ تصورات کی سچائی پر سوالیہ نشان لگا دیا۔ صدیوں کی مابعد الطبیعاتی فکر کو چیلنج کیا۔ اور زبان کے مابعد الطبیعاتی پیرایہ اظہار سے پیدا ہونے والے اس ابہام کو تنقیدی بحث کا موضوع بنایا۔ جس کے ابلاغ کی راہ میں مسلسل حائل ہونے کے باعث ترسیل کا المیہ کبھی ختم نہیں کیا جا سکتا۔ تھیوری کے نتیجے میں در آئے ان نئے افکار نے انسانی سوچ کے عرصے سے ٹھہرے پانیوں میں ایک نئی ہلچل پیدا کر دی۔ مگر ساتھ ہی ساتھ ایک ایسے وقت میں جب کہ سرمایہ دارانہ اور بورژوا (Bourgesious) سوچ سے سیدھی طرح متصادم تھیوری کے یہ نئے افکار کالجوں اور یونیورسٹیوں میں قدم جما رہے تھے۔ صارفیت ایک نئے انقلاب کا جھنڈا اٹھائے آ دھمکی۔ ڈپارٹمنٹل اسٹور عوام کی توجہ کا مرکز بننے لگے۔ شاپنگ مالس بڑی حد تک عوامی زندگی کی ضروریات کو پورا کرنے لگے۔ کریڈیٹ کارڈ کا دور شروع ہو گیا اور ٹیلی ویژن چوبیس گھنٹے کا اشتہاری میڈیم بن گیا۔ یوٹیوب چینل ذاتی تشہیر کا ایک اہم ذریعہ بن گیا۔ سرمایہ دارانہ صارفیت سے جڑے اس مادی انقلاب نے تھیوری کے روایت شکن افکار کی جانب متوجہ ذہنوں کو ایک اور ہی مشغلہ فراہم کر دیا جس کے بعد ذہنی تصورات و نظریات کے خشک مباحث چاہیے وہ جتنے بھی تجریدی رہے ہوں پہلے جیسے پُرکشش نہیں رہ گئے۔ تھیوری کے ساتھ ایک اور مسئلہ یہ بھی رہا کہ بعد میں آنے والی اساتذہ کی کھیپ نے اپنے مطالبے کے طریقہ کار میں تھیوری کے چند ممتاز نظریہ سازی کی جس اندھادھند انداز میں تقلید

کی اس کے نتیجے میں مستقبل قریب میں خود تھیوری کے غیر متحرک اور جامد یا فرسودہ ہو جانے کے امکانات پیدا ہو چکے ہیں اور مابعد تھیوری (Post Theory) کے معرضِ وجود میں آنے کے مباحث بھی شروع ہو گئے ہیں بلکہ کسی نظریہ اور رویہ کو مستقل قرار دینا خود تھیوری کی روح کے خلاف ہے۔ دراصل تھیوری اپنی سرشت میں تغیر پذیر ہے اور اس علمی دنیا میں اسی تغیر پذیری کو ثبات حاصل ہے ؎

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات اک تغیر کو ہے زمانے میں

لیکن کچھ تنگ نظر مفکرین کے احتیاجات نے اس کا دائرہ محدود کرنے کی کوشش کی یہاں تک کہ ثانی ہلر نے اپنی تصنیف Construction in Theory میں یہ تک کہہ ڈالا کہ:

''تھیوری کی دوسری مشکل خود تھیورسٹ کی وجہ سے رہی ہے۔ دوسری نسل کے بہت سے اساتذہ نے دریدا جیسے معروف نظریہ سازوں کی اندھا دھند تقلید کر کے تھیوری کے جلدی جامد اور فرسودہ ہو جانے کی راہ پوری طرح ہموار کر دی ہے۔ نتیجتاً تھیوری کا اپنا اجتہادی مزاج ویسے ہی یک رخ پن کا شکار ہو گیا جیسے کہ ماضی کی ان معروضی سچائیوں کا ڈھنڈورا جن کے متبادل کے حصول کے لیے وہ خود کوشاں رہی ہے''۔ ۶

تھیوری پر یہ اعتراضات بجا لیکن تھیوری کسی ایک شخص کی زائدہ نہ ہو کر ایک عہد اور اس عہد کی ضروریات کو پورا کرنے کی طاقت اور توانائی سے مزین ہوتی ہے اور تھیوری خود اپنے دائرے سے باہر جا کر دوسرے میدانوں میں رائج خیالات و تصورات پر اثر انداز ہوتی ہے اور مروجہ مقبولِ عام مزاج اور سوچ کو بدلنے کی صلاحیت رکھتی ہے یہ اکثر ذہنِ انسانی کے لیے ایک تازیانہ ثابت ہوتی ہے جس کے نتیجے میں وہ نئے فکری چیلنج قبول کرتا ہے اور یوں انسانی سوچ میں معاصر مسائل اور مشکلات حل کرنے کے تعلق سے نئے امکانات روشن ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

اردو میں تھیوری سازی کے عمل سے اِس وقت بہت سے ناقدین نالاں نظر آتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک تھیوری کی مقبولیت مغرب پرستی کی ایک مثال ہے لیکن ہمیں تھیوری کو اردو کے سیاق و سباق میں استعمال کرنا ہوگا اور ذکر تخلیقِ ادب کا ہو یا ادب پارے کی تحسین شناسی کا تذکرہ یہ کام تھیوری کے حوالے سے ہی ہوتے ہیں خواہ تخلیق کار یا نقاد کو اس کا احساس ہو یا نہ ہو۔ اس تناظر میں پروفیسر گوپی چند لکھتے ہیں:

''تھیوری فقط وہ نہیں ہے جو مکتب، اسکول، کالج یا یونیورسٹی میں پڑھی جائے۔ تھیوری فقط وہ بھی نہیں جو کتابوں سے حاصل کی جائے۔ تھیوری فقط وہ بھی نہیں جس سے کسی نقاد نے بحث کی ہو۔ تھیوری اس سب کو حاوی ہے اور اس احساس و وجدان کو بھی جس کی رو سے تخلیق لکھی جاتی ہے۔ یہ احساس و وجدان بھی تھیوری کی رو سے بنتا ہے تھیوری نہ ہو تو ادبی ذوق ممکن ہے نہ تخلیقی ذوق۔۔۔۔۔ اس بات کو ذہن نشین کرنے کی ضرورت ہے کہ کسی بھی تخلیق کار کا تصور تھیوری سے باہر نہیں ہے۔ ہر تخلیق تھیوری کے بطن سے ابھرتی ہے''۔ ۷

تھیوری کی تشکیل کا تعلق متن سے تو ہے ہی لیکن اختصاص کے لیے یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ تشکیل متن کا تعلق تھیوری سے براہ راست ہے تحسینِ

متن کا تعلق روایتی تنقیدی نظام سے ہے۔ ویسے دیکھا جائے تو نظریہ سازی یا تنقیدی افکار وخیالات کا تھیوری مرکز ہونا کوئی نئی بات نہیں خود الطاف حسین حالی نے تنقید کی ابتدا شاعری سے متعلق ایک تھیوری یا نظریاتی مقدمہ قائم کرنے کے بعد ہی کی۔ لیکن یہاں پر یہ بات اپنی سمجھ سے بالاتر ہے کہ اردو کے بیشتر ناقدین کو تھیوری کے نام سے ہی چڑ کیوں ہے؟ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ انھیں چڑ اپنے آپ سے ہے جیسے وہ تھیوری کے نام سے موسوم کرتے ہیں کیونکہ ان کو ڈر ہے کہ کہیں اس سے اِن کی ڈیڑھ اینٹ کی علمی اور ادبی عمارت متزلزل نہ ہو جائے، کیوں کہ تھیوری اپنی فطرت میں وحدانی نہیں بلکہ تکثیری مزاج کی حامل ہے۔ اس سے وابستہ ہو کر ہمارے نام نہاد ناقدین کو اپنی ذاتی نہاد کو چھوڑ کر کثیر رخی علمی اور ادبی رویہ اختیار کرنا پڑتا ہے، جس کے لیے وہ کسی بھی طور تیار نہیں۔

اردو میں اس وقت یہ رو چلی ہے کہ تھیوری کلچر ہمارے ثقافتی ورثے اور ادبی انداز اور تنقیدی معیار کے لیے مناسب نہیں، جو لوگ ایسا سوچتے ہیں وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ہمارے ثقافتی ورثے کی نشاندہی اس حدیث سے بہتر کسی نے نہیں کی کہ ''علم مومن کی گمشدہ میراث ہے'' اور اس کے حصول کے لیے چین تک جانے کی ہدایت کی گئی ہے اس صورتِ حال میں دامانِ نگاہ کو وسعت دینے سے ہی ثقافتی میراث کے ذخیرے میں اضافہ ممکن ہوسکتا ہے۔ بہر حال عالمگیریت کے اس دور میں علمی کاوشوں کا خیر مقدم کرنے میں ہی ہم ہر لحظہ تغیر پذیر زندگی کے نو بہ نو تقاضوں سے ہم آہنگ ہوسکتے ہیں۔ اُردو تنقید کے بنیادگزار الطاف حسین حالؔی نے جب ؎

حالؔی اب آؤ پیروئ مغربی کریں
بس اقتدائے مصحفی و میر کر چلے

کہا تھا تو دوسری باتوں کے علاوہ وہ اپنے علمی اور ادبی دائرے کی وسعت کے خواستگار تھے۔ یہ بات الگ سے غور طلب ہے کہ آج اکیسویں صدی میں بھی ہم پیروئ مغربی پر کیوں مجبور ہیں، وجہ ظاہر ہے کہ ہماری دانشگاہوں سے دوسرے درجے کے محققین اور تیسرے درجے کے مفکرین پیدا ہو رہے ہیں کیوں کہ ہم نے فکری طور پر نو آبادیاتی نظام سے ابھی غلو خلاصی حاصل نہیں کی ہے۔ جس کے نتیجے میں ہم زندگی کے ہر علمی اور فکری محاذ پر مغرب کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔

بیسویں صدی کے ربع آخر میں اطلاعاتی تکنالوجی کی ہوش ربا ترقی کی زائدہ سماجی اور معاشرتی تبدیلیاں اور ان تبدیلیوں کی وجہ سے جو مابعد جدید صورتِ حال مقامی اور عالمی سطح پر رونما ہو رہی ہے اُس سے فکری سطح پر معاملہ کرنے میں تھیوری اہم اور بامعنی کردار ادا کرسکتی ہے۔ برصغیر کے ساحلوں کو جو نئی علمی اور فکری لہریں چھو رہی ہیں ان سے گوپی چند نارنگ، عتیق اللہ، ناصر عباس نیّر، قاضی افضال حسین، سید خالد قادری، قدوس جاوید، مولا بخش (مرحوم)، قاسم یعقوب جیسے ناقدین کی تحریریں اُردو کے تشنگانِ علم وادب کو سیراب کر رہے ہیں۔ اردو میں ادبی تھیوری کے جاندار مباحث میں وزیر آغا اور حامدی کاشمیری جیسے مرحومین کی شعوری کاوشوں کو کسی بھی طور فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ بہر حال اب یہاں کے دانشوروں، فن کاروں اور مفکروں کو اس تھیوری کلچر میں اپنا حصہ ادا کرتے ہوئے ان کے رنگین قالین میں اپنے علمی اور ادبی کا رنگ شامل کرنا ہے۔ یہ عالمی کلچر بہت تیزی سے مستقبل کی جانب رواں دواں ہے، اس روانی کو روکا نہیں جاسکتا، ہاں بس اس میں صرف بہا جاسکتا ہے۔ اس موجِ صدرنگ

میں دنیا کے عظیم مفکروں اور دانشوروں کے الگ الگ اور منفرد رنگ شامل ہیں۔ اس سے پہلے کہ تاریخ اس قالین کو لپیٹ دے ہمیں اپنا رنگ اس میں شامل کرنے کی بھرپور سعی کرنی چاہیے۔ ویسے بھی فکر و دانش کے رنگ ہزاروں ہیں اور ان رنگوں سے ہمارا رشتہ صدیوں پُرانا ہے۔؎

بخشے ہے جلوہ گل ذوق تماشا غالب
چشم کو چاہیے ہر رنگ میں وا ہوجانا

☆☆☆

حواشی:

۱۔ ادبی تھیوری، پروفیسر نذیر احمد ملک، مشمولہ بازیاف، شعبہ اردو کشمیر یونیورسٹی

۲۔ Theory on intrudction by Terry Tageloton

۳۔ Structuralist poetics: Structuralism, linguistics and the study of literature by Jannathan Kuller, London

۴۔ بابِ تنقید کا دیباچہ، مشمولہ استعارہ ۱۹۔ گوپی چند نارنگ

۵۔ Structuralist poetics: Structuralism, linguistics and the study of literature by Jannathan Kuller, London

۶۔ Contradiction in theory by Tony Hilfor, London

۷۔ بابِ تنقید کا دیباچہ، مشمولہ استعارہ ۱۹۔ گوپی چند نارنگ

نوٹ: اس مقالے کی ترتیب وتہذیب کے دروان سید خالد قادری کے مضامین سے استفادہ کیا گیا ہے۔

رابطہ:

ڈاکٹر الطاف انجم

جامعہ کشمیر، حضرت بل، سری نگر۔ ۱۹۰۰۰۶

ای میل:altafurdu@gmail.com

موبائل:7006425827